Urdu Scholars Ki Duniya- International Refereed Journal for Urdu ISSN 2320-5369, EISSN 2320-8910

IF: Cosmos Impact Factor: 3.527 IF: Global Impact Factor: 0.383

اُردوزبان کے معروف نظریات

ڈاکٹر کیرتی مالنی جاوؔلے

صدر شعبہ اردو، ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر مراٹھواڑہ یونیورسٹی، اورنگ آباد، مہاراشٹر۔انڈیا

Abstract:

The story of Urdu language started, when Arians came into Punjab. Their language was Sanskrit. When Muslims came into India, they brought their own language Persian, which contains so many Arabic and Turkish words. With the passage of time, when diff local languages blended, then a new language raised up called Urdu. Urdu got different names in different Eras. Different Linguistic Experts and researchers presented different theories about Urdu's birth place time to time. Language is a complicated and constant process, and it would be very illogical and unrealistic, if someone attaches a language to some specific piece of land. However till now the most logical and factual Theory about Urdu's birth place being famous of Hafiz Mahmoud Sherani's Theory, which he presented in his Thesis book "Punjab main Urdu" According to his Research Urdu's birth place is Punjab.

اُردوزبان کی کہانی کا آغاز اُس وقت ہوا جب آریہ وسط ایشیاء کے میدانوں سے اُتر کر پنجاب آئے اور یہاں کے قدیم باشندوں کو جنوبی ہندوستان میں دھکیل دیا۔آریہ ہندوؤں کی زبان سنسکرت تھی۔مختلف لوگوں کے باہمی میل جول سے جو زبان وجود میں آئی ''پراکرت'' کہلائی۔بدلتے بدلتے پراکرت برج بھاشا میں بدل گئی۔مسلمانوں کے ہندوستان میں وارد ہونے کے بعد فارسی زبان رواج پائی، فارسی میں بہت سے ترکی وعربی الفاظ ملے ہوئے تھے۔اسی طرح فارسی اور ترکی کے بے شمار الفاظ برج بھاشا میں ملنے لگے کچھ پرتگالی اور فرانسیسی الفاظ بھی برج بھاشا میں مل گئے اور برج بھاشا ایک نئی صورت اختیار کر گئی۔

''اس زبان کو ہندو مسلمان سمجھ سکتے تھے کیونکہ اس میں ہندی بھاشا اور فارسی کے الفاظ ملے ہوئے تھے چونکہ مغلوں کے لشکروں میں ہندو مسلمان سب ہی نوکر تھے اس لیے یہ زبان چھاؤنیوں میں پھیل گئی سب سپاہی ایک دوسرے کا مطلب اسی بولی کی مدد سے سمجھ لیتے تھے۔اس طرح یہ بولی ''اردو'' کہلائی ترکی زبان میں اردو لشکر کو کہتے ہیں گویا اردو لشکری بولی تھی۔''(۱)

اُردوزبان کے مختلف نام مختلف ادوار میں سننے میں آتے رہے۔اول روایت کے مطابق اردو زبان کی پیدائش ہندوستان میں ہوئی اور اُس سے متعلق ہر چیز ہندی یا ہندوی کہلاتی تھی اردو کو بھی ہندی و ہندوی کے نام سے پکارا گیا۔دکنی، گوجری، دہلوی و ریختہ اپنے اپنے علاقوں می نسبت سے کہلائی:

''اردو کا لفظ ترکی میں مختلف شکلوں میں ملتا ہے یعنی اوردو، اوردہ، اردہ اور اورودو، جس کے معنی لشکر یا لشکر گاہ کے ہیں۔یہ لفظ ترکوں کے ساتھ پاک و ہند میں داخل ہوا۔شاہجہان نے اردو کو اس کی اہمیت کے پیشِ نظر ''اردوئے معلیٰ'' کا نام دے دیا۔''(۲)

اُردو نے پاک و ہند میں کس خاص خطے میں اور کب جنم لیا اس سلسلے میں مختلف آراء ملتی ہیں۔میرامن نے اردو کو دہلی کی پیدائش، اور یہی رائے کم وبیش انشاءاللہ خان، سرسید احمد خان اور محمد حسین آزاد کی ہے۔

محققین میں حافظ محمود شیرانی، ڈاکٹر مسعود حسین خان، ڈاکٹر شوکت سبزواری اور نصیر الدین ہاشمی نے اردو زبان کے حوالے سے اپنے اپنے نظریات پیش کیے۔ شیرانی کے خیال میں اردو پنجاب، ڈاکٹر مسعود حسین خان کے مطابق اردو راجستھان اور ڈاکٹر شوکت سبزواری کے مطابق بہار میں پیدا ہوئی۔ نصیر الدین ہاشمی کے بقول اردو کی اولین پیدائش دکن میں ہوئی۔ پاک و ہند کے محققین و مورخین نے اردو کا اپنے اپنے علاقے کی زبان سے تعلق ثابت کرنے میں ایک طرح کا فخر محسوس کیا اور اسے اردو کا پہلا گہوارہ قرار دیا۔ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں:

''کہ یہ امر خاص مسرت کا باعث ہے کہ تقریباً ہر صوبہ اس بات کا مدعی ہے کہ اردو زبان نے وہیں جنم لیا اس سے اردو کی مقبولیت اور وسعت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔''(۳)

زبان کیا ہے؟ منشائے دل کے اظہار کرنے کا آلہ ہے کوئی ملک یا خطۂ زمین ہو ہر جگہ زبان مختلف ہو سکتی ہے مگر ذریعۂ اظہار جذبات و احساسات ہی ہوں گے۔ زبان کے مختلف لہجے اور انداز ہر چند میل پر بدل جاتے ہیں:

''تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ بارہ بارہ کوس کے فاصلے پر زبان بدل جاتی ہے۔''(۴)

عام طور پر لوگ اُردو کو فارسی کی ایک شاخ خیال کرتے ہیں یہ اس وجہ سے ہے کیونکہ فارسی کے بہت سے الفاظ بکثرت اس میں پائے جاتے ہیں۔ یہ خیال غلط ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اردو ہندی یا بھاشا کی ایک شاخ ہے جو صدیوں سے دہلی اور میرٹھ کے اطراف میں بولی جاتی ہے:

''یہ بھاشا جس کو مغربی ہندی کہنا بجا ہے زبان اردو کی اصل اور ماں سمجھی جاسکتی ہے گو کہ ''اردو'' کا نام اس زبان کو ایک عرصۂ دراز کے بعد دیا گیا۔ زبان اردو کی صرف و نحو، محاورات اور کثرت سے ہندی الفاظ کا اس میں استعمال ہونا اس بات کی بین دلیل ہے کہ اس کی ابتدا ہندی سے ہوئی۔''(۵)

دہلی اس زبان کا ابتدائی مرکز تھا۔ مسلمان حملہ آوروں اور بادشاہوں کی سلطنت ہونے کے باعث اس کی بنیاد یہاں پڑی۔ زبان کی پیدائش دراصل انسان کی سماجی و معاشرتی ضرورتوں کی ایجاد ہے۔ سماجی زندگی ہی کے سہارے پر زبان اپنی ارتقائی منازل طے کرتی ہے اسی کے زیر اثر اس کی صورت و معنی میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ اردو زبان بھی اس قانونِ فطرت سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اردو زبان بہت سی زبانوں کا مجموعہ ہے:

''حقیقت یہ ہے کہ اردو زبان میں خود اس کا اپنا کچھ نہیں بلکہ اس کا سارا سرمایہ دوسری زبانوں سے آیا ہے یا یوں کہہ لیجیے کہ اردو کی بنیاد ہی مختلف زبانوں کے اشتراک پر رکھی گئی ہے گویا اردو بین الاقوامی زبانوں کی ایک انجمن ہے جس میں شرکت کے دروازے عام و خاص، ہر زبان کے الفاظ پر یکساں کُھلے ہوئے ہیں۔''(۶)

اردو کی پیدائش کے بارے میں حافظ محمود شیرانی اپنی کتاب (پنجاب میں اردو) میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اردو پنجاب میں پیدا ہوئی اردو زبان کی پیدائش کے بارے میں مختلف مصنفین و محققین نے اپنی اپنی مختلف رائے پیش کی ہے:

''بعض مصنفین نے دکن کو اردو کا جنم بھوم قرار دیا اور اردو شاعری کا آغاز دکن ہی تسلیم کیا ہے اور میر کے اس قول کو سند قرار دیا ہے (معشوق جو تھا اپنا باشندہ دکن کا تھا) غرض کہ مصنفین میں اردو کی جائے پیدائش کے متعلق اختلاف ہے لیکن اس امر پر سب متفق ہیں کہ اردو کی بنیاد ہندوستانی زبانوں میں عربی، فارسی الفاظ کے ملنے سے ہوئی ہے۔''(۷)

اردو زبان اپنی ساخت، اہمیت اور مزاج کے اعتبار سے منفرد حیثیت رکھتی ہے:

''اردو کی اپنی ساخت اور اپنا مزاج ہے۔ لہٰذا وہ ایک جداگانہ حیثیت کی حاصل زبان ہے اس کی اپنی ایک علیحدہ مستقل حیثیت ہے اور وہ اپنی ظاہری و معنوی حیثیت اور خصوصیات کے اعتبار سے دنیا کی اہم زبانوں میں شمار کی جاتی ہے۔ بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری اردو ایک بین الاقوامی مزاج کی زبان ہے۔''(۸)

اردو کی جائے پیدائش کے سلسلے میں مختلف علمائے زبان نے کام کیا ہے اور اسے دو گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱) ایک وہ جنہوں نے زبان کے ارتقاء پر مورخانہ نظر ڈالی اور سرسری جائزہ لے کر اس کی جائے پیدائش اور عہدِ پیدائش کا تعین کیا۔

۲) دوسرے وہ جن کو زبان کے مطالعے کے جدید اصول معلوم ہیں اور جو کچھ انہوں نے لکھا دلیل و برہان اور غور و فکر سے لکھا۔

پہلے گروہ میں سرفہرست، میر امن اور انشاء اللہ خان کے نام ہیں۔ میر امن نے باغ و بہار کے دیباچے میں لکھا کہ اردو کی ابتدا عہدِ اکبری سے ہوئی۔

ان کا بیان ہے کہ:

''جب اکبر بادشاہ تخت پر بیٹھے تو چاروں طرف کے ملکوں سے سب قوموں کے لوگ قدر دانی اور فیض رسانی، اس خاندان لاثانی کی سن کر حضور میں آ کر جمع ہوئے لیکن ہر ایک کی گویائی اور بولی جُدی جُدی تھی، اکٹھے ہونے سے آپس میں لین دین، سودا سلف، سوال وجواب کرکے، ایک زبان اردو بھی مقرر ہوئی۔'' (۹)

دوسرے گروہ میں شامل محققین نے نہایت مدلل انداز میں اردو زبان سے متعلق اپنے نظریات پیش کیے جو اردو زبان کے حوالے سے نہایت معروف نظریات قرار پائے۔ ان افراد میں ڈاکٹر محی الدین قادری، پروفیسر حافظ محمود شیرانی، ڈاکٹر مسعود حسین خان، ڈاکٹر شوکت سبزواری، احتشام حسین، نصیر الدین ہاشمی، ڈاکٹر سہیل بخاری، پروفیسر چٹرجی، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی وغیرہ کے نام مستند ہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اردو زبان کی ابتدا یا پیدائش اس وقت ہوئی جب مسلمانوں نے سندھ میں قدم رکھا اور عربی کا اثر سندھ کی قدیم بولی پر ہوا یہ خیال ٹھیک نہیں ہے سندھی پر عربی کا اثر ہوا لیکن سندھ میں اسلامی حکومت کے پہلے دَور کے مختصر دورانیے میں یہ بہت کم تھا دوسرے موجودہ دَور میں اردو پر عربی کے جو اثرات نظر آتے ہیں وہ براہِ راست عربی سے نہیں بلکہ فارسی اور دوسرے وسیلے سے آئے ہیں اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ اردو کی ابتدا، یا پیدائش اس وقت ہوئی جب فارسی بولنے والے مسلمان اس ملک میں داخل ہوئے۔ بعض ماہرین لسانیات کی رائے ہے کہ:

''جس زبان کو ہم آج کل اردو کہتے ہیں وہ دہلی، میرٹھ اور اس کے قرب وجوار کی بول چال کی نکھری ہوئی ترقی یافتہ شکل ہے۔'' (۱۰)

اردو زبان کیوں اور کہاں پیدا ہوئی مختلف ماہرینِ لسانیات نے کچھ مخالف اور موافق آراء پیش کی ہیں البتہ اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ:

''اردو مسلمانوں اور ہندوؤں کے باہمی اختلاط اور میل جول سے پیدا ہوئی ہے۔ باہمی تبادلۂ خیالات کے مواقع پیدا کرنے کے لیے یہ زبان خود بخود وجود میں آ گئی۔'' (۱۱)

آغازِ اردو کے متعلق مختلف مصنفین نے بھی اپنی مختلف آراء دیں۔ ان میں سے بعض کو علمی اور بعض کو غیر علمی حیثیت حاصل ہے۔ مثال کے طور پر میر امن نے باغ و بہار کے مقدمے میں جو کچھ اردو کے بارے میں لکھا یہ اصل میں ایک روایت تو ہوسکتی ہے مگر کوئی مستند نظریہ قائم نہیں کرتا۔ اس کے بعد آزاد نے میر امن کی روایات کا سہارا لیا اور ہندوستان کی بولی کو اردو کا نام دیا۔ آزاد نے ان سوالوں کا جواب دیا کہ اردو کہاں سے اور کیونکر نکلی۔ اس سلسلے میں بعض امور آزاد نے بالکل درست پیش کیے اور بعض جگہ اُن سے تسامحات ہوئے ہیں۔

اردو کی داغ بیل اسی دِن سے پڑنا شروع ہوگئی۔ جس دن سے مسلمانوں نے ہندوستان میں آ کر توطن اختیار کیا بقول آزاد اردو برج بھاشا سے نکلی ہے آزاد کہتے ہیں کہ:

''اردو کی وضع قطع اور ڈھنگ برج بھاشا سے بالکل مختلف ہے دونوں کے قواعد ایک دوسرے سے جدا ہیں اردو ایک حد تک پنجابی سے اور اس سے زیادہ ملتانی سے مشابہ ہے۔'' (۱۳)

اردو زبان کی ابتدا و ارتقاء کا مسئلہ ہمارے ہاں ایک ایسا متنازع مسئلہ بنا ہوا ہے کہ جس پر بہت کچھ لکھا اور کہا جا چکا ہے۔ اردو زبان کی ابتدا اور ارتقاء کے بارے میں کئی مختلف اور متضاد نظریات ملتے ہیں یہ نظریات آپس میں اس حد تک متضاد ہیں کہ آدمی چکرا کر رہ جاتا ہے۔ یہاں یہ امر طے شدہ ہے کہ اردو زبان کا آغاز ہندو مسلم میل جول کا نتیجہ ہے مشہور محقق اور ہند آریائی لسانیات کے ماہر ڈاکٹر سینتی کمار چیٹر جی کے مطابق:

''اگر مسلمان ہندوستان میں نہ آتے تو جدید ہند آریائی زبانوں کے ادبی آغاز و ارتقاء میں ایک دوصدی ضرور تاخیر ہوجاتی۔'' (۱۴)

اردو زبان کے بارے میں ابتدائی خیالات کے طور پر میر اَمن کی یہ بات تو صحیح ہے کہ زبان اسی طرح آپس کے میل جول سے ہی پیدا ہوئی مگر اس کی پیدائش کو کسی ایک بادشاہ کے دربار سے مخصوص کر دینا صحیح نہیں۔ زبان کی پیدائش ایک پیچیدہ اور طویل عمل ہے جسے کسی ایک دربار سے منسلک کر دینا درست نہیں۔ میر امن کو علمِ لسانیات سے کوئی واقفیت نہ تھی قصۂ چہار درویش کا ترجمہ کرتے ہوئے مقدمے میں سُنی سُنائی ایک بات لکھ دی یہ ایک قیاس آرائی تھی جس نے عجیب

ترین قیاس آرائیوں کو جنم دیا۔

میر امن کی تحریر سے متشرقین بھی گمراہ ہوئے چنانچہ ڈاکٹر ہارنل نے اردو کو مخلوط زبان قرار دیا۔مشہور ماہرِ لسانیات ڈاکٹر گریرسن کی ابتدائی رائے بھی یہی تھی۔سرسید نے ''آثارالصنادید'' میں لکھا کہ:

''جب آپس میں معاملہ کرتے ناچار ایک لفظ اپنی زبان کا اور دو لفظ اس کی زبان کے، تین لفظ دوسرے کی زبان کے ملا کر بولتے اور سودا سلف لیتے ۔رفتہ رفتہ اس زبان نے ایسی ترکیب پائی کہ خود بخود ایک نئی زبان پیدا ہوگئی۔''(۱۵)

۱۸۸۵ء میں مولانا محمد حسین آزاد کی شہرہ آفاق کتاب ''آبِ حیات'' پہلی بار چھپ کر سامنے آئی اس کے آغاز ہی میں مولانا نے اردو زبان کا برج بھاشا سے ماخوذ ہونا فرض کر لیا فرماتے ہیں:

''اتنی بات ہر شخص جانتا ہے کہ ہماری اردو برج بھاشا سے نکلی ہے اور برج بھاشا خاص ہندوستانی زبان ہے۔''(۱۶)

مولانا نے یہ دعویٰ تو کر دیا مگر اس کا لسانیاتی ثبوت مہیا کرنے کی مطلق کوشش نہیں کی۔آپ نے بھی میر امن کی طرح اسے شاہی دربار سے جوڑنے کی کوشش کی۔معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے پردے میں میر امن بول رہے ہیں۔فرماتے ہیں:

''رفتہ رفتہ شاہجہان کے زمانے میں اقبال تیموری کا آفتاب عین عروج پر تھا شہر اور شہر پناہ تعمیر ہو کر نئی دلی دارالخلافہ ہوئی۔ بادشاہ اور ارکانِ دولت زیادہ تر وہاں رہنے لگے۔اہل سیف، اہلِ قلم، اہلِ حرفہ اور تجار وغیرہ ملک ملک اور شہر شہر کے آدمی ایک جگہ جمع ہوئے۔ترکی میں اردو، بازارِ لشکر کو کہتے ہیں اردوئے شاہی اور دربار میں ملے جلے الفاظ زیادہ بولتے تھے۔وہاں کی بولی کا نام اردو ہی ہوگیا۔''(۱۷)

تحقیقی اعتبار سے آزاد کی رائے بھی کمزور بنیادوں پر استوار ہے۔حافظ محمود شیرانی کے نزدیک اردو وضع قطع کے اعتبار سے برج بھاشا سے بالکل مختلف ہے دونوں میں کوئی مطابقت نہیں۔بقول ڈاکٹر محی الدین زور:

''جس زمانے میں اردو پنجاب میں بنی اس وقت پنجاب اور دوآبہ گنگ وجمن کی زبان میں بہت کم فرق پایا جاتا تھا برج بھاشا کھڑی بولی اور جدید مشرقی پنجابی، یہ سب زبانیں بعد کو عالمِ وجود میں آئیں۔''(۱۸)

سید سلیمان ندوی کا مقالہ ''اردو کیونکر پیدا ہوئی'' ان کی کتاب ''نقوشِ سلیمانی'' میں شامل ہے۔لکھتے ہیں:

''سندھ اور گجرات کا علاقہ اسلامی عہد سے پہلے بھی ہمیشہ ایرانیوں اور عربوں کے جہازوں کی گزرگاہ رہا چنانچہ ان زبانوں کے اثرات بھی خاموشی کے ساتھ پھیلتے رہتے تھے خصوصاً سندھ وہ صوبہ تھا جو اکثر ایران کی سلطنت کا جز بنتا اور خلیج فارس کے تمدن سے متاثر ہوتا رہا۔فتح سندھ کے بعد ہندو اور مسلمانوں کا میل جول بھی سب سے پہلے ملتان سے لے کر ٹھٹھہ تک سندھ میں ہوا اس لیے اردو وہیں پیدا ہوئی۔''(۱۹)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''مسلمان سب سے پہلے سندھ میں پہنچے ہیں اس لیے قرین قیاس ہے کہ جس کو ہم آج اردو کہتے ہیں اس کا ''ہیولہ'' اسی مادی سندھ میں تیار ہوا ہوگا۔''(۲۰)

''ادبیاتِ سرحد'' میں فارغ بخاری اردو کی پیدائش کے سلسلے میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اردو سرحد میں پیدا ہوئی اور ہندکو اس کی ابتدائی شکل ہے۔اور ہندکو اردو کی نسبت پنجاب سے زیادہ قریب ہے لکھتے ہیں:

''ہندکو پنجابی اور اردو کا تعلق ہند آریائی سے ہے لیکن پشتو اور ہندکو میں ایسی قربت نہیں ہے۔پشتو ہندکو کا ماخذ نہیں ہوسکتی علاوہ ازیں اگر اردو سرحد میں پیدا ہوتی تو آج یہاں کی مادری زبان ہوتی۔اردو لنگوا فرینکا اور ادبی زبان کی حیثیت سے برصغیر کے ہر علاقے میں پہنچی۔اسی حیثیت سے وہ سرحد میں بھی آئی۔''(۲۱)

دکن میں اردو کی ابتدا کا نظریہ عام طور پر نصیر الدین ہاشمی سے منسوب مانا جاتا ہے۔نصیر الدین ہاشمی نے تسلیم کیا کہ دکن میں اردو کی ابتدا علاؤالدین خلجی اور محمد تغلق کے زمانے میں ہوئی شمالی فاتحین اسے ساتھ لے کر دکن گئے تب یہ زبان پختہ تھی۔

نصیرالدین ہاشمی لکھتے ہیں:

''یہ امر تقریباً تصفیہ شدہ ہے کہ اردو مسلمانوں اور ہندوؤں کے باہمی میل جول سے پیدا ہوئی ہے اس لیے جن اصحاب کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کی ابتدا سندھ اور دکن سے ہوئی ہے وہ ایک حد تک غلط نہیں کیونکہ مسلمانوں کی آمد سب سے پہلے انہی مقامات پر ہوئی۔''(۲۲)

جدید تحقیقات کی روشنی میں نصیرالدین ہاشمی کا یہ نظریہ قابلِ قبول نہیں ہے۔ بقول ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار عربی ایک سامی النسل زبان ہے جب کہ اردو کا تعلق آریائی خاندان سے ہے اس لیے دکن میں شمالی ہند سے خلجی اور تغلق عساکر کے ساتھ آئی اور یہاں کے مسلمان سلاطین کی سرپرستی میں اس میں شعرو ادب بھی تخلیق ہوا۔ بہرکیف اس کا تعلق اردو کے ارتقاء سے ہے۔ ابتدا سے نہیں۔

ڈاکٹر مسعود حسین نے پی۔ ایچ۔ ڈی لسانیات میں کی، ان کے تحقیقی مقالے کے ابتدائی ابواب ۱۹۴۸ء میں ''مقدمہ تاریخ زبانِ اردو'' کے نام سے شائع ہوئے ان کے نزدیک اردو کا اصل سرچشمہ نواحِ دہلی کی بولیاں ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ:

''دہلی شہر ہریانی، کھڑی اور میواتی کے سنگم پر واقع ہے چنانچہ دہلی میں عرصے تک زبان کا معیار اور ڈول متعین نہ ہوسکا ابتدا میں اردو پر ہریان اور میواتی کے لسانی اثرات رہے جن کی تائید پنجابی سے بھی ہوتی رہی بعد کو سکندر لودھی کے زمانے سے لے کر شاہ جہان کے عہد تک آگرہ دارالسلطنت رہا اس طرح برج بھاشا کی تائید سے کھڑی بولی کا محاورہ غالب آتا گیا یہی وجہ ہے کہ آج کی معیاری اردو مغربی یو۔ پی کی بولیوں سے قریب تر ہے۔''(۲۳)

آپ کے موقف کی مزید وضاحت مقدمہ سے ہوتی ہے:

''اردو کی ابتدا پر کام کرنے والوں کی توجہ نواحِ دہلی کی بولیاں پر مرکوز ہونی چاہیے ساتھ ساتھ ہمسایہ بولیوں پنجابی، برج بھاشا اور راجستھانی پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔''(۲۴)

ڈاکٹر مسعود حسین کے بیانات سے میر امن کی یاد تازہ ہوجاتی ہے اور ڈاکٹر شوکت سبزواری کا یہ طنزیہ جملہ ذہن میں آتا ہے:

''چڑیا لائی چانول کا دانہ چڑا لایا مونگ کا دانہ، دونوں نے مل کر کھچڑی پکائی۔''(۲۵)

ڈاکٹر مسعود حسین نے کم از کم چار بولیوں ہریانی، کھڑی، میواتی اور برج سے اردو کی کھچڑی پکائی ہے۔

ڈاکٹر محی الدین زور کہتے ہیں کہ:

''دکنی اردو نے جس وقت پنجاب میں نشوونما پائی اس وقت ہریانی اور کھڑی تو کُجا خود برج بھاشا ایک جداگانہ زبان کی حیثیت سے عالمِ وجود میں نہیں آئی تھی۔''(۲۶)

ڈاکٹر محی الدین زور اردو کے بارے میں رقم طراز ہیں فرماتے ہیں کہ:

''ہندوی (اردو) بین صوبہ جاتی بن چکی تھی یہ کوئی مقامی زبان نہ رہی تھی خسرو نے اسے الگ رکھا ہے اور صرف مقامی زبانوں کے نام لکھے ہیں اگر دہلوی کو اردو سمجھا جائے تو خسرو پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ انہوں نے برج بھاشا جیسی اہم زبان کا ذکر ہی نہیں کیا۔''(۲۷)

ماضی میں ہارنل نے اردو زبان کے بارے میں اپنا نظریہ پیش کیا تھا اور ۱۸۸۰ء میں برصغیر کی زبانوں کے موازنے سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ آریہ دو مختلف گروہوں اور مختلف زمانوں میں اس ملک میں داخل ہوئے پہلے گروہ نے دوسرے کو شرق کی طرف دھکیل دیا۔ گریرسن نے اس نظریے کو تھوڑی ترمیم سے قبول کیا۔ ہارنل فرماتے ہیں:

''ان گروہوں میں سے ایک گروہ اندرونی کہلاتا ہے اور دوسرا بیرونی۔ یعنی مغربی ہندی، مشرقی، پنجابی گجراتی، راجستھانی، بھیلی، خاندیشی اور اندرونی زبانیں ہیں۔ ان دونوں زبانوں کے بیچ میں پوربی ہندی رواج پذیر تھی۔ پہاڑی علاقوں کی بولیاں نیپالی وغیرہ ان سے مختلف ہیں۔''(۲۸)

ڈاکٹر شوکت سبزواری نے اپنی تصنیف ''اردو زبان کا ارتقاء'' میں یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ اردو قدیم ویدوں کے ہندوستان میں بولی جانے والی بولیوں میں سے کسی ایک کی ترقی یافتہ صورت ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

''میرے مقالے کے مطالعے کے بعد اس میں غالباً شبہ نہ رہے کہ اردو شورسینی، پراکرت، شورسینی اب بھرنش (لغوی مطلب: نقص، خراب، بگڑی ہوئی) اور اس سلسلہ کی موجودہ بولیوں یعنی برج، ہریانی، قندیلی وغیرہ سے ماخوذ نہیں۔ اردو، ہندوستانی یا کھڑی قدیم ویدک بولیوں میں سے ایک بولی ہے جو ترقی کرتے کرتے یا یوں کہیے کہ رولتے بدلتے پاس پڑوس کی بولیوں کو کچھ دیتے اور کچھ اُن سے لیتے، اس حالت کو پہنچی جس میں آج ہم اسے دیکھتے ہیں۔''(۲۹)

مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر انہوں نے عام نظریہ کے برعکس قدیم ہندی کو اردو کی اصل نہ تسلیم کرتے ہوئے کہا:

''قدیم ہندی کو اردو کی اصل نہیں ٹھہرایا جا سکتا ہے۔''(۳۰)

زبان کے بارے میں جدید ترین نظریات میں سے ڈاکٹر سہیل بخاری کا نظریہ خصوصی تذکرہ چاہتا ہے۔ زبان کے موضوع پر اپنے متعدد مقالات میں جو خیالات پیش کیے اُن کی رُو سے اردو کا ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے پنجاب، سندھ یا دکن اس کی جنم بھومی نہیں ہو سکتے۔ شوکت سبزواری اردو کو ویدک عہد تک لے گئے تھے۔ ڈاکٹر سہیل بخاری اسے بھی تسلیم نہیں کرتے بلکہ اسے ویدوں سے بھی قبل کی زبان مانتے ہیں۔ اپنے مقالے ''اردو زبان کا آغاز'' مطبوعہ ''نقوش'' سالنامہ ۱۹۶۲ء میں لکھتے ہیں:

''رِگ وید ہندوستان کی وہ قدیم ترین اور آریوں کی وہ پہلی کتاب ہے جو ہم تک پہنچی ہے چنانچہ اس میں اردو الفاظ کی موجودگی یہ ثابت کر رہی ہے کہ ہماری زبان ویدک کال سے بھی پہلے سے اس علاقے میں بھاشا کے طور پر کام آ رہی ہے۔''(۳۱)

اسی استدلال کی بنا پر ڈاکٹر موصوف نے مروج نظریات کو مسترد کرتے ہوئے زبان کا آغاز مشرقی مہاراشٹر میں بتایا۔ لکھتے ہیں:

''اردو کی جنم بھومی مشرق میں اڑیسہ اور جنوب میں تلنگانہ سے محدود ہے میرے نزدیک اصل میں اردو کا گھر یہی ہے۔''(۳۲)

عین الحق فرید کوٹی نے وادیٔ سندھ کی قدیم تہذیب کو بنیاد بنا کر اردو کو ہڑپہ اور موہنجوداڑو کی مقامی بھاشا (یعنی موجودہ دراوڑی) کا تسلسل قرار دیا ہے۔ یہ نظریہ جدید ترین ہی نہیں غالباً سب سے زیادہ متنازعہ بھی ہے فرماتے ہیں:

''ابھی تک شمالی ہند کے لسانیاتی مطالعہ کے لیے دراوڑی زبانوں کو قابلِ التفات تصور نہیں کیا گیا گویا ان زبانوں پر اس زمرہ کے اثرات اتنے گہرے اور وسیع ہیں کہ اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو اس سلسلہ میں دراوڑی زبانوں کی نسبت سنسکرت کو محض ایک ثانوی حیثیت حاصل ہے۔''(۳۳)

اپنے نظریات کے انوکھے پن کا احساس خود عین الحق فرید کوٹی کو بھی ہے۔ شاید اس لیے ایک موقع پر اپنی لسانی جستجو کا بڑے جذباتی انداز میں تذکرہ کیا:

''نہیں معلوم کہ جن ان دیکھے راستوں پر چل رہا ہوں وہ کبھی کسی منزل پر پہنچاتے ہیں یا نہیں، میری مثال اس یکہ و تنہا راہرو کی سی ہے کہ جس کے آبلہ زدہ پاؤں کانٹوں سے چھلنی ہو چکے ہوں اور آگے رستہ بھی نہ سجھائی دیتا ہو۔''(۳۴)

مختصر ترین الفاظ میں عین الحق فرید کوٹی کا نظریہ اس بات کا عکاس ہے کہ اردو زبان کے ماخذ کی تلاش میں بہت دور نکل جاتے ہیں۔ لسانی سفر کا حال اُن کے اپنے الفاظ میں:

''آج سے کوئی چودہ پندرہ سال قبل اردو زبان کے سرچشموں کی تلاش میں نکلا لیکن بجائے میکس اور جارج گریرسن کے بتائے راستے پر گامزن ہونے کے، جو کہ پراکرتوں کی وادی سے گزرتا ہوا سنسکرت کے چشمے پر جا کر ختم ہو جاتا ہے موہنجوداڑو اور ہڑپہ کی وادیوں میں جا نکلا۔''(۳۵)

اُردو کی جنم بھومی کے سلسلے میں غالباً سب سے مشہور نظریہ حافظ محمود شیرانی نے اپنی معروف تالیف ''پنجاب میں اُردو'' ۱۹۲۸ء میں پیش کیا۔ گو اس سے پانچ برس قبل نصیر الدین ہاشمی کی ''دکن میں اردو'' شائع ہو چکی تھی مگر جہاں تک نئے مباحث چھیڑنے اور لسانی نزاعات کا تعلق ہے تو محمود شیرانی کی یہ کتاب لسانی تحقیقات کے ٹھہرے پانی میں ایک بھاری پتھر ثابت ہوئی اور لسانیات کے محلاتی ایوانوں میں ایک ایسی آواز تھی کہ جس کی بازگشت آج تک سنی جا سکتی ہے۔

اُردو ادب کا مطالعہ کرنے پر واضح ہو جاتا ہے کہ اس نے سب سے پہلے ترقی کے مدارج طے کیے اور دکن سے ہوتے ہوئے شمالی ہند میں پہنچی اور دہلی اردو ادب کا مرکز بنی۔ جس کے زوال پر لکھنؤ میں ادب کا چراغ فروزاں ہوا اور سب سے آخر میں لاہور نے ادب کی آبیاری کی صحافت، ادبی جرائد اور ''انجمن

پنجاب'' جیسے اداروں کے باعث اُردو زبان کا پودا تناور درخت بنتا گیا۔ شیرانی کا'' پنجاب میں اُردو'' کا نظریہ شیرانی کے اپنے الفاظ میں کچھ یوں ہے:

''یہ بات ہمیں یاد رکھنی چاہیے کہ امیر خسرو کی زبان کو دہلوی کہتے ہیں۔ ابوالفضل بھی آئینِ اکبری میں اس کو'' دہلوی'' کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اب شیخ باجن (متوفی: ۹۱۲ھ) بھی اس کو دہلوی کہتے اور جو نمونہ اس زبان کا دیتے ہیں وہ قطعاً اردو ہے اردو دہلی کی قدیم زبان نہیں ہے بلکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ دہلی جاتی ہے اور چونکہ مسلمان پنجاب سے ہجرت کر کے جاتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ وہ پنجاب سے کوئی زبان اپنے ساتھ لے گئے ہوں۔ اس نظریہ کے ثبوت میں اگر چہ ہمارے پاس کوئی قدیم شہادت یا سند نہیں ہے لیکن سیاسی واقعات اردو زبان کی ساخت نیز دوسرے حالات ہمیں اس عقیدہ کے تسلیم کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔''(۳۶)

دراصل پنجاب میں اردو کی بحث کا آغاز شیرانی سے نہیں ہوتا۔ کیونکہ انیسویں صدی کے اواخر سے ہی اردو زبان وادب کے سلسلے میں پنجاب کی اہمیت اور خدمات کو جتلانے اور جھٹلانے کا قضیہ شروع ہو چکا تھا۔ اگر لسانی نقطۂ نظر سے پنجاب کا جائزہ نہ بھی لیں تو ادبی لحاظ سے پنجاب کی خدمات سے انکار ممکن نہیں ہے کیونکہ ۱۸۵۷ء کے بعد اردو کی ترویج وادب کی اشاعت کا سب سے اہم مرکز پنجاب کا دِل لاہور قرار پایا تھا۔

محمود شیرانی پنجاب کو اردو کا مولد قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''اردو اور پنجابی کا ڈول تمام تر ایک ہی منصوبہ کے زیر اثر تیار ہوا ہے ان کی تذکیر و تانیث اور جمع و افعال کی تعریف کا اتحاد اسی ایک نتیجہ کی طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ اردو اور پنجابی زبانوں کی ولادت گاہ ایک ہی مقام ہے دونوں نے ایک ہی جگہ تربیت پائی ہے۔''(۳۷)

شیرانی کے لسانی نظریات کی تائید کرنے والوں میں پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی کا نام نمایاں حیثیت کا حامل ہے اپنی تصنیف'' کیفیہ'' کے پہلے باب بعنوان'' اردو کا تاریخی مطالعہ'' انہوں نے یقیناً ''پنجاب میں اُردو سے متاثر ہو کر لکھا ہے عہدِ غزنوی کے بعض واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قیاس یہ چاہتا ہے کہ اول اول ایک چو چو کے مربے کی سی ادھ کھچڑی بولی پنجاب میں شروع ہوئی ہوگی۔ پھر پنجاب سے شمال مغربی ہند میں پھیلی۔''(۳۸)

ڈاکٹر گریہم بیلی نے اپنی کتاب ''اے ہسٹری آف اردو لٹریچر'' کے آخر میں بذیلی کتابیات جو لکھتے ہیں اس بیان پر'' پنجاب میں اردو'' کی جو گہری چھاپ ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔

''Punjab main Urdu by Muhammad Shirani. 327 pp1928 much intersting material clams a high place for the Punjab in the development of Urdu from early times to the present day.'' (۳۹)

اردو کے لسانی ماہروں اور اساتذہ کے یہاں اردو کی پیدائش کے بارے میں بحثوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ملتا ہے۔ میر امن، انشاءاللہ خان، سر سید احمد خان، محمد حسین آزاد، عبدالغفور نساخ، ڈاکٹر جان گل کرسٹ، ڈاکٹر گریرسن وغیرہ نے اپنے اپنے طور پر اردو کے بارے میں مختلف خیالات کا اظہار کیا۔

اردو زبان کے بارے میں معروف نظریات میں سے سب سے زیادہ مضبوط اور مستند نظریہ حافظ محمود شیرانی کا مانا جاتا ہے۔

حافظ محمود شیرانی نے اپنی کتاب ''پنجاب میں اُردو'' میں نہایت مستند دلائل وشواہد سے یہ ثابت کیا کہ پنجاب اردو زبان کا وطن ہے۔ ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے اپنے مقالے میں قدرے اختلاف کے ساتھ شیرانی کے نظریے کی تائید کی۔ ڈاکٹر مسعود حسین نے ہریانی کو اردو کا ماخذ بتایا۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری نے پالی زبان کو اردو کا سرچشمہ قرار دیا۔ نصیر الدین ہاشمی کے بقول دکن اردو کی جائے پیدائش ہے۔ سید سلیمان ندوی نے وادیٔ سندھ کو اردو کا مولد قرار دیا۔ سینتی کمار اور احتشام حسین کے مطابق یہ دہلی کے گرد و پیش کی کھڑی زبان ہے۔ ڈاکٹر ابولیث کے یہاں مربوط نقطۂ نظر کا فقدان نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر سہیل بخاری کا نقطۂ نظر قدرے قابلِ توجہ ہے وہ اردو کو دراوڑی زبان (جو کہ برصغیر کی قدیم ترین زبان ہے) سے نکلی ہوئی زبان سمجھتے ہیں۔ دراوڑی زبان ایسی ہے جس کا مرکز پاکستان میں ہے۔

مختصر ترین الفاظ میں یہ وہ نظریات ہیں جن سے ہم اردو کے آغاز، تشکیل میں ممدِ محرکات اور صورت پذیری کے باعث بننے والے اہم عناصر سے آگاہ

ہوتے ہیں۔ان تمام نظریات کو کلیتاً نہ تو رَد کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کسی خاص وجہ سے ایک دوسرے پر ترجیح دی جاسکتی ہے۔سب میں کسی نہ کسی حد تک صداقت پائی جاتی ہے اور مختلف النوع ہونے کی بِنا پر یہ نظریات لسانیات کے سرمایے میں ایک اضافہ ہی ہیں۔اپنے تمام تر تضادات کی وجہ سے انفرادی حیثیت کے حامل ہیں اور مل جل کر ''اردو زبان'' کی ایک تصویر بن جاتی ہے۔یہ تصویر مکمل نہ سہی اور اس میں قطعیت کا فقدان بھی تسلیم لیکن اس کے ''رنگین'' ہونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور یہی ''رنگینی'' اردو لسانیات کی خصوصیت بھی قرار پاتی ہے۔

کتابیات:

۱۔ اصغر علی شیخ، ڈاکٹر، محمد اسحٰق جلالپوری، اردو زبان وادب (حصہ دوم)، لاہور، مکتبۂ کارواں، س ن، ص ۴
۲۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، ادبی تنقید کے نئے دریچے، لاہور، الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء، ص ۱۵۳
۳۔ ایضاً، ص ۱۵۶۔۱۵۵
۴۔ سید احمد دہلوی، مرتبہ؛ وحید قریشی، ڈاکٹر، ادب پارے، لاہور، اردو مرکز، جولائی ۱۹۷۰ء، ص ۹۴
۵۔ رام بابو سکسینہ، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، لاہور، علمی کتاب خانہ، ۱۹۸۰ء، ص ۱۷
۶۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اردو تدریس، لاہور، الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء، ص ۱۹
۷۔ قاضی ظہور الحسن ناظمی سیوہاروی، مرتبہ؛ عاصمہ فرحت، اردو ادب کا انسائیکلوپیڈیا، لاہور، فیروز سنز، جولائی ۲۰۰۳ء، ص ۱۷
۸۔ کاشر عدیل، مدیر؛ اردو نامہ (سہ ماہی)، جلد ۲۷+۲۶، شمارہ ۴، ۳+۱، لاہور، مجلسِ زبانِ دفتری، جولائی۔مارچ ۲۰۰۹ء/۲۰۱۰ء، ص ۴۸
۹۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اردو زبان وادب، لاہور، الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۵۶
۱۰۔ وحید قریشی، ڈاکٹر، مدیر خصوصی؛ تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند (چھٹی جلد)، لاہور، پنجاب یونیورسٹی، س ن، ص ۵۲
۱۱۔ محمد طفیل، مدیر؛ نقوش (ادبی معرکے نمبر ۱)، شمارہ ۱۲۷، لاہور، ادارۂ فروغِ اردو، ستمبر ۱۹۸۱ء، ص ۹
۱۲۔ ایضاً، ص ۱۱۰
۱۳۔ حبیب اللہ خان غضنفر، زبان وادب، لاہور، بک ٹاک، ٹمپل روڈ، ۲۰۰۳ء، ص ۲۶
۱۴۔ سینتی کمار چٹرجی، انڈو آرین اینڈ ہندی (انگریزی)، کلکتہ، ۱۹۴۲ء، ص ۱۰۳، ۱۰۴
۱۵۔ سید احمد خان، سر، آثار الصنادید، س ن، ص ۲۵
۱۶۔ مظہر محمود شیرانی، ڈاکٹر، حافظ محمود شیرانی اور اُن کی علمی وادبی خدمات، جلد اول، لاہور، مجلس ترقی ادب، جون ۱۹۹۳ء، ص ۱۸۷
۱۷۔ ایضاً، ص ۱۸۷
۱۸۔ حمید اللہ شاہ، ہاشمی، تاریخ زبان وادب، لاہور، مکتبہ دانیال، ۲۰۰۷ء، ص ۴
۱۹۔ سلیمان ندوی، سید، نقوش سلیمانی، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۶۷ء، ص ۲۵۹
۲۰۔ ایضاً، ص ۲۵۹
۲۱۔ حمید اللہ شاہ، ہاشمی، تاریخ زبان وادب، لاہور، مکتبہ دانیال، ۲۰۰۷ء، ص ۱۰

۲۲۔ نصیرالدین، ہاشمی، دکن میں اُردو، نئی دہلی، ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۵ء، ص۳۲۔۳۳

۲۳۔ مسعود حسین خان، ڈاکٹر، تاریخ زبان اردو، لاہور، اردو مرکز، ۱۹۶۶ء، ص۹۲

۲۴۔ ایضاً، ص۹۲

۲۵۔ حمیداللہ شاہ، ہاشمی، تاریخ زبان ادب اردو، لاہور، مکتبہ دانیال، ۲۰۰۷ء، ص۲۳

۲۶۔ فضل الحق، ڈاکٹر، اردو کی ابتدا، مشمولہ: اردو لسانیات، دہلی، دہلی یونیورسٹی، ۱۹۸۱ء، ص۵۲

۲۷۔ ایضاً، ص۵۳

۲۸۔ حبیب اللہ خان غضنفر، زبان و ادب، لاہور، بک ٹاک، ٹمپل روڈ، ۲۰۰۳ء، ص۶۲

۲۹۔ شوکت سبزواری، ڈاکٹر، اردو زبان کا ارتقاء، ڈھاکہ، پاک کتاب گھر، ۱۹۵۶ء، ص۸۵۔۸۷

۳۰۔ ایضاً، ص۸۴

۳۱۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء، ص۴۷

۳۲۔ ایضاً، ص۸۴

۳۳۔ ایضاً، ص۸۶

۳۴۔ ایضاً، ص۸۷

۳۵۔ ایضاً، ص۸۷

۳۶۔ ایضاً، ص۴۷

۳۷۔ ایضاً، ص۴۷

۳۸۔ مظہر محمود، ڈاکٹر، حافظ محمود شیرانی اور ان کی علمی و ادبی خدمات (جلد اول)، لاہور، مجلس ترقی ادب، جون ۱۹۹۳ء، ص۲۱۳

۳۹۔ ایضاً، ص۲۱۳

☆☆☆